عالمی پیغام امن قرآن وحدیث کی روشنی میں

بدرالدین
شعبہ عربی، وفاقی اُردو یونیورسٹی

تلخیص

تاریخ عالم پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے تو صاف نظر آئے گا کہ ہلاکو، چنگیز خان اور ہٹلر کے ذہنی وقلبی انتشار کی وجہ سے عظیم خوں ریزیاں ہوئیں اور امن عالم تہ و بالا ہوا، اس وقت برطانیہ اور وائٹ ہاؤس میں برسر اقتدار چند افراد اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس اسلام کا معاملہ بالکل منفرد نظر آتا ہے، اسلام میں امن کا اتنا واضح تصور موجود ہے کہ دیگر ادیان عالم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اسلام کے اس عالمگیر پیغام امن کا مقصد صرف یہی ہے کہ افراد نوع بشر اور اقوام و ملل عالم کے مابین دوری ختم کر کے ایک دوسرے کے قریب کیا جائے، تاکہ دنیا میں جلد از جلد ایک عالمگیر معاشرہ اور ایک عالمی ریاست قائم ہو جائے، جس کی لڑی میں پوری انسانیت کو پرویا جا سکے۔ ہمیں اسلامی ہدایات کی روشنی میں ان اسباب و خصائل رذیلہ کے تدارک کی کوشش کرنی چاہئے جو امن کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور اس کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے اسلام کی دعوت، اور دوسرا کام صبر اور اللہ سے مدد کی درخواست ہے یعنی حکمت عملی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے حق و صداقت پر جمے رہنا اور حالات کا پامردی اور حوصلہ مندی سے مقابلہ کرنا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ مشرق تا مغرب، شمال تا جنوب پورا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گا۔ آج عالم انسانی میں خصوصاً عالم اسلام میں بدامنی اور انتشار پسندی کے ذمہ دار خود ہم مسلمان ہیں کہ جو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے سب سے زیادہ دور ہیں، اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اسلام کی فکر اجاگر کر کے اس کے نورِ ہدایت کو پھیلانے کا کام شروع کیا جائے۔ پہلے خود مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اور پھر پورے عالم انسانی میں اسلام کے پیغام امن کی راہنمائی کو واضح کیا جائے۔

Abstract

History of the world teaches us that the mental instability of Halaku, Changez Khan and Hitler resulted in the great human blood baths and the destruction world peace. Presently, the rulers of the White House and the White Hall are treading the same path of violence and bloodshed. Contrariwise, the concept of peace is so entrenched in Islam that the other religions of world can scarcely stand parallel to it. The message of universal peace in Islam has the sole objective of bring the various nations of the world nearer to one another and establish a society and world state in which the entire humankind can live in a state of perpetual peace and tranquillity. We, the Muslims of the world should try to take measures against the obstacles in the way of peace and stability according to the teachings of Islam. To achieve his noble objective the Muslims should show determination to tread the path of righteousness and piety. If will result in the establishment of peace, stability and tranquillity throughout the length and breadth of the world. In the present era, the Muslims are themselves responsible for the absence of peace in the Muslim world particularly, and in the entire world generally. The reason is that Muslims have distanced themselves from the teachings of the Quran and Ahadis. The strategy should be to acquaint the Muslims with the teachings of Islam and then spread

these teachings among other nations of the world. The consequence will be the Universal peace, stability and tranquillity.

آج جب ہم اقوام عالم پر نگاہ ڈالتے ہیں، تو مختلف اذیتوں اور تکلیفوں میں گردش کرتی مختلف تصاویر نظر آتی ہیں، ان تصاویر کا سب سے اذیت ناک پہلو یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں دہشت گردی، قتل وغارتگری اور فتنہ و فساد کا چرچا ہے، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، ہر جگہ اور ہر طرف دہشت کا ایک سماں ہے، امن وسکون ماضی بن گیا ہے اور حال و مستقبل، دہشت اور خوف میں جکڑا ہوا ہے، بالخصوص عالم اسلام میں ایک حوصلہ شکن تصویر سامنے آتی ہے، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج خودارادیت کا مطالبہ کرنے والے عوام کو نشانہ ستم بنارہی ہے، فلسطین کی سرزمین کے کوچہ وبازار نوجوانوں کے لہو سے رنگین ہورہے ہیں، افغانستان اپنی آزادی اور خودمختاری کی جدوجہد میں تاریخ ساز معرکے میں ابھی تک آزادی کی نوید جانفزا سے محروم ہے، شام وعراق اور مصر کی زمین کو بچوں، بوڑھوں اور خواتین کے بے گناہ خون سے نہلایا گیا، برما میں توحید کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے، دوسری طرف اقوام متحدہ کی قراردادیں نصف صدی سے معرض التوا میں پڑی ہیں۔

ان تمام تر معاندانہ، مخالفانہ اور دشمنانہ سازشوں اور کارروائیوں کے پس پردہ جو جذبہ کارفرما ہے، وہ ہے اسلام دشمنی اور تقابلی عصبیت، افسوس کی بات ہے کہ اس عصبیت اور دشمنی کا مظاہرہ اسلام دشمن قوتوں کی شروع سے عادت ہے، مقصد صرف مسلمانوں اور اسلام کی تحقیر وتذلیل اور بدنام کرنا ہے، ان سازشی عناصر کا انتہا پسندی میں کردار کیا ہے، ایک طائرانہ نگاہ اس پر بھی ڈال لیجیے۔

غیر مسلم اقوام وملل اور انتہا پسندی

عیسائیت اور انتہا پسندی

موجودہ عیسائیت کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک انتہا پسندی ہے، اور یہ ان کی جدید اختراعات میں سے ایک ہے، جب کہ تحریف انجیل سے پہلے عیسائیت امن کا علمبردار تھی، انتہا پسندی کے سلسلہ میں اس مذہب کے کیا اصول وضوابط ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

موجودہ عیسائیت میں دوسرے مذاہب کو ختم کرنے کا پیغام ملتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر مبارک علی رقمطراز ہیں:

پانچویں صدی عیسوی میں چرچ کا یہ مشن تھا کہ دوسرے مذاہب اور عقائد کو ختم کر دیا جائے، وہ لوگ جو عیسائی نہیں تھے ایک قانون کے تحت ان کی جائیداد ضبط کر کے ان کی سزا ''موت'' تجویز ہوئی۔ ۱

انتہا پسندی کے سلسلہ میں موجودہ عیسائی مذہب کے نظریات میں سے ایک نظریہ ''عدم برداشت'' اور ''ظلم و جبر'' ہے، عدم برداشت کے سلسلہ میں عیسائیوں کی تاریخ انتہائی تاریک ہے، آپ ﷺ کی بعثت سے قبل سے اب تک عیسائیوں نے ظلم و جبر کی جو داستانیں رقم کیں، وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

تاریخ ہسپانیہ اور سانحہ سقوط غرناطہ کی تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ عیسائیت کو یورپ میں مسلمانوں کا وجود برداشت نہ تھا، کیا یہ سچ نہیں کہ وہاں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ ان ممالک میں مسلمانوں کا نام لیوا کوئی بھی باقی نہیں رہا؟ کیا یہ سچ نہیں یونان کی ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں مسلمانوں کو اس طرح قتل کیا گیا کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ ۲

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا، جب کہ اگر ہم تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کریں تو موجودہ پوری تاریخ عیسائیت اسی قسم کی سفاکیت سے بھری نظر آتی ہے، چنانچہ علامہ شبلی نعمانی کے بقول:

عیسائیوں کے پادریوں کے اسقف اعظم نے انتہا پسندی کے نتیجے میں جو سفاکیاں کی ہیں، زبان ان کے بیان سے قاصر ہے، ایک مرتبہ اس نے اپنے مریدوں کو ساتھ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کر کے ان کو جلا وطن کر دیا اور ان کی عبادت گاہوں کو زمین بوس کر دیا، یہ واقعات ایسے ہیں کہ ان کے ذکر سے قلم اب بھی لرزتا ہے''۔ ۳

جب عیسائیوں نے بیت المقدس فتح کیا تو ان کے اس وقت کے مظالم کی تصویر کشی مشہور انگریز مورخ ''اسٹینلے لین بول'' نے اس انداز سے کی کہ:

صلیبی سپاہی ملک میں اس طرح گھسے، جیسے کسی پرانی لکڑی میں پنچ ٹھونکے''۔ ۴

اسی طرح موجودہ عیسائی مذہب حضرت عیسی علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کرنے کے باوجود ان کے سکھائے ہوئے احکامات اور ان کے دیے ہوئے پیغام پر عمل نہیں کرتا اور یہی اس مذہب کا وطیرہ ہے، جو اس مذہب میں انتہا پسندی کو پروان چڑھاتا ہے، چنانچہ ''مقالات سیرت'' میں ہے کہ:

عیسائی اپنے نبی کی پیغام کی بھی نفی کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو کسی طور پر برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ۵

عیسائیوں کا اپنے محسنوں پر بجائے احسان کے سفاکیت کا سلوک تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ نمایاں رہے گا، چنانچہ لارڈ بشپ نے سرزمین اندلس کو عربوں کے وجود سے پاک صاف کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ:

جو عرب دین مسیح قبول نہ کریں، اسے قتل کر دیا جائے''۔[۶]

اور سفاکیت کا یہ المناک پہلو ماضی قریب میں اس وقت پیش آیا، جب ۱۶۳۰ء میں ہرقل نے عیسائی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کی ایما پر یہودیوں سے انتقامی جذبات کے تحت بدترین انتقام لیا، چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

ہرقل نے یہودی مفتوحین کا اس طرح قتل عام کیا کہ رومی مملکت میں صرف وہ یہودی بچ سکے جو ملک چھوڑ کے چلے گئے''۔[۷]

آج بھی صلیبی جنگ کے خاتمہ کے بعد سے مغربی عیسائیت نے اسلام، امت مسلمہ اور عالم اسلام پر یلغار کی ایک مستقل مہم شروع کر رکھی ہے، یہ مہم بیک وقت سیاسی و استعماری پہلو سے بھی ہے اور فکری ونظریاتی جہت سے بھی، خلافت عثمانیہ کا سقوط اور مسلم ممالک کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم عالم اسلام پر سیاسی اعتبار سے ایک ایسی کاری ضرب تھی جس کے زخم سے آج تک امت مسلمہ لہولہان ہے، دوسری طرف مستشرقین اور مغربی عیسائی مبلغین نے اسلام کے بنیادی افکار، شریعت اسلامیہ کے مآخذ، اسلامی تاریخ، شرعی قوانین اور اسلام سے متعلق ایک ایک چیز کو نشانہ بنایا اور غلط فہمیوں اور پروپیگنڈوں کی ایک ایسی طویل وعریض عمارت کھڑی کر دی کہ جس کی بدولت پورا معاشرہ ان مغالطہ انگیزیوں کے دام سے نہیں نکل سکتا، مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی تحریک شروع کی، جو بیک وقت سیاسی بھی ہے اور فکری بھی، جس میں کشور کشائی اور قبضہ گیری بھی ہے اور مظلوم کو ظالم ثابت کرنے اور اخلاقی سطح پر انہیں ذلیل کر دینے کی سازش بھی، چنانچہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی پہلے تو مسلمانوں اور بالواسطہ اسلام پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں، پھر باری باری مختلف مسلم ملکوں کو متعین طور پر نشانہ بنا کر حملہ کرتے ہیں، پھر وہاں قتل وخون کا بازار بھی گرم ہوتا ہے، بڑے پیمانے پر انسانی حقوق بھی تلف کیے جاتے ہیں، اور انہیں کو ظالم اور دہشت گرد بھی قرار دیا جاتا ہے۔

یہودیت اور انتہا پسندی

یہودی مذہب کی سفاکیت اور انتہاپسندی ''عیسائی سفاکیت'' سے بھی بڑھ کر ہے، چنانچہ چشم فلک نے دیکھا اور قرآن نے بتلایا کہ: قوم یہود نے پیغمبروں کو جھٹلایا، انہیں تکالیف دیں اور ان کے قتل کے درپے ہوگئی، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: اور وہ ناحق انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے۔[8]

ایک اور مقام پر قرآن کریم نے یہودیوں کی ضلالت وگمراہی اور ناحق قتل انبیا کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

''ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور انصاف کی تلقین کرنے والے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں، ان کو دردناک عذاب کی ''خوشخبری'' سنادو''۔[9]

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع عثمانیؒ رقمطراز ہیں کہ:

اب ان آیات میں یہود کے بعض خاص احوال کا بیان ہے......اس آیت کی تفسیر میں خود حضورﷺ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو ایک وقت میں قتل کیا، ان کی نصیحت میں ایک سوستر بزرگ کھڑے ہوئے، اسی دن ان کا کام بھی تمام کردیا''۔[10]

حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں، جس نے یہودیت کی سنگ دلی کا سامنا نہ کیا ہو، یہودیوں کی پوری مذہبی تاریخ جبر وتشدد، قتل وغارتگیری اور انتہاپسندی سے عبارت ہے، ہر حق کے داعی کو انہوں نے قتل کرنے کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے گاہے بگاہے ان کی ان سازشوں کا اعلان کیا، اس کے علاوہ یہودیوں کی سب سے بڑی انتہاپسندی یہ تھی کہ انہیں جس چیز سے منع کیا جاتا وہی کام کرتے، ان باتوں کے باوجود انہیں اپنے اوپر اتنا زعم تھا کہ وہ انبیاء کی اولاد ہونے کے ناطے یہ دعوی کیا کرتے:

ترجمہ: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پسندیدہ ہیں''۔[11]

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع عثمانیؒ رقمطراز ہیں کہ:

مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم چونکہ انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہیں؛ اس لیے اللہ تعالی کے ہاں ہماری ایک خصوصیت ہے کہ ہم گناہ بھی کریں تو اس پر اتنی ناراضی نہیں ہوتی، جتنی دوسروں پر ہوتی ہے''۔[12]

یہود کے بزعم چونکہ دین موسوی منسوخ نہیں ہے، اس لیے ان کا یہ دعوی بھی تھا کہ اگر ہم کسی نافرمانی کی وجہ سے دوزخ میں چلے بھی گئے تو پھر نکال لیے جائیں گے، یہود کے اس زعم فاسد کو قرآن کریم نے یوں ذکر فرمایا:

ترجمہ: ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی، مگر چند روز۔۱۳

الغرض! یہودیت کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی پوری تاریخ انتہا پسندی سے پر ہے، انہوں نے دہشتگردی کے مختلف طریقے اختیار کیے، ایسے مقامات کو حملوں کے لیے منتخب کیا جہاں زیادہ سے زیادہ قتل وغارتگیری ہو سکے، گرجا گھروں کو تباہ کیا، لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ کو جلا دیا اور فلسطین کی سرزمین سے عرب کو بے دخل کیا، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مسلمانوں کے قبلہ اول ''بیت المقدس'' پر بھی قابض ہو گئے، اور تا حال وہاں ظلم و جبر کی وہ داستانیں رقم کیں کہ جس کی تپش سے تاریخ کے اوراق بھی جھلس جائیں، اسرائیل نے فلسطینی مسلمانوں پر ایسے مظالم روا رکھے ہیں کہ شاید درندے بھی انہیں دیکھ کر شرمسار ہوئے ہوں گے، لیکن! کوئی انہیں یہودی دہشت گرد نہیں کہتا، البتہ اگر فلسطینی مسلمان ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں، توپ کے گولوں کے مقابلے میں پتھر پھینکیں اور ہولناک میزائلوں کے جواب میں غلیل استعمال کریں تو وہ دہشت گرد کہلائے جاتے ہیں۔

ہندومت اور انتہا پسندی

ہندو مذہب کی مذہبی تعلیمات کی بنیاد طبقات پر ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں طبقاتی تقسیم بہت زیادہ ہے، ہندو مذہب کی قانونی کتاب ''منوشاستر'' کے نام سے مشہور ہے، اسے منوجی نے مرتب کیا، اس کے چند پہلو ملاحظہ کریں، تاکہ ہندوؤں کی ذہنیت، مذہبی تقسیم اور ان کے ''انتہا پسندانہ'' عزائم سامنے آسکیں۔

ان کے مطابق ''دنیا میں سب سے افضل ''برہمن'' ہے''، برہمن خواہ عالم ہو یا نہ ہو، بڑا ''دیوتا'' ہے، اگرچہ برہمن دنیاوی کاموں میں بہت سی غلطیاں کرتا ہے، تاہم ''ایشور'' کے جاننے والے ہونے کی وجہ سے پوجے جانے کے قابل ہے، زنا بالجبر کی سزا قطع ''عضو تناسل'' ہے، لیکن برہمن کو یہ سزا نہیں ملنی چاہیے''۔۱۴

ہندو مذہب کے دوسرے مذہبی پیشواؤں کے الفاظ میں بھی انتہا پسندی اور قتل وغارتگیری کی ترغیب ملتی ہے، سوامی دیانند کے الفاظ دیکھیے:

''برہمن کے مخالفین کو زندہ آگ میں جلا دو''۔۱۵

ڈاکٹر کشوراو بلی مدام کہتا ہے:

''مسلمانوں کا پورا کو چک ہندوؤں کا ہے اور مسلمان پوری دنیا میں اجنبی اور غیر ملکی ہیں''۔ ۱۶

ہندوؤں کی مقدس کتاب یجر وید میں سوامی دیاث کے الفاظ ہیں:

''اپنے مخالفین کو درندوں سے پھڑ واڈالو''۔ ۱۷

ہندوؤں کی قانونی دستاویز منوشاستر میں تحریر ہے:

''قادر مطلق نے دنیا کی بہبود کے لیے برہمن کو اپنے منہ سے چھتری کو بازوؤں سے، دیش کو رانوں سے اور شودر کو پیروں سے پیدا کیا''۔ ۱۸

ملاحظہ کیجیے! ان ہندو سورماؤں کا حال، جن کی نظر میں چہرہ اور سر پر سنت نبوی سجانے والا ''آتنگ وادی'' ہے، اور بھگوان کی پوجا کرنے والا پنڈت اور پوجاری دنیا کے امن کا ضامن ہے، حالانکہ ہندوؤں کے ظلم وتشدد، عصبیت و بربریت، امتیازی سلوک اور ناانصافی کے زہر نے پورے انڈیا کو اپاہج کر دیا ہے، ہندوؤں کی ستم ظریفی کی یہ داستان صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عیسائی اور سکھ بھی اس کی لپیٹ میں ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج ممبئ سے لے کر کشمیر تک ظلم کی آندھیاں تھمنے کو تیار نہیں، اس کے علاوہ حوا کی بیٹی کی عزت کا دامن بھی تار تار ہے، خصوصاً مسلم معاشرہ سے تعلق رکھنے والی ہماری مسلمان مائیں بہنیں کہ جن کی عزت جب کسی ہندو وحشی فوجی کی درندگی کا شکار ہوتی ہے تو وہ آج بھی محمد بن قاسم کے نام لیواؤں کو پکارتی ہے، تقسیم ہند سے پہلے اور بعد سینکڑوں ایسے واقعات ہیں کہ ایک مسلمان ماں، بہن نے اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو دریا، نہر اور کنویں کے حوالے کیا، یہی وجہ ہے کہ آج ہندو منتھری، جنتا اور قانون کے محافظین کی اس ''عدم مساوات'' کے نتیجے میں جگہ جگہ پورے انڈیا میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں۔

قبل از اسلام عرب اور انتہا پسندی

یہ بات تو مسلم ہے کہ قتل و غارتگیری کی پہلی سیڑھی ''عدمِ برداشت'' ہے، عدم برداشت کی کہانی تخلیق آدم سے شروع ہوتی ہے، جب اللہ جل شانہ نے ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا تو انسان کا شرف ابلیس سے برداشت نہ ہوا، اور ابلیس نے عدم برداشت کا اظہار ان الفاظ سے کیا:

''میں اس سے بہتر ہوں''۔ ۱۹

ابلیس کے عدم برداشت کا پہلا باب ہابیل اور قابیل کے اختلاف سے شروع ہوتا ہے، جو بڑھتے بڑھتے

سرزمین عرب تک پہنچتا ہے،اور وہاں بدامنی کی وہ فضا قائم کرتا ہے کہ جس کی دہشت سے پوری انسانیت لرز اٹھی اور آدمیت چیخ اٹھی۔

رسوم جاہلیت کا مصنف لکھتا ہے:

''اسلام کی آمد اور بعثت نبوی ﷺ کے وقت قتل و غارتگیری اپنے عروج پر تھی، مذہبی انتہا پسندی کے حوالے سے مشرکین مکہ کا یہ نظریہ تھا، چونکہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں،لہذا دوسرے بنی نوع انسان ہمارے برابر نہیں ہو سکتے''۔۲۰

دورِ جاہلیت میں معمولی باتوں پر قتل و غارتگیری شروع ہو جاتی، جونسل درنسل جاری رہتی،وہ جنگ کو اونٹ سے تشبیہ دیتے، جو انتقام لینے والا جانور ہے، جب زمین پر بیٹھتا ہے تو اپنے بوجھ سے اپنے نیچے آنے والی ہر چیز کو چورار چورا کر دیتا ہے،دورِ جاہلیت کی جنگیں اتنی زیادہ ہیں کہ جن کی تعداد بیان کرنے سے تاریخ بھی قاصر ہے ،معروف محقق ڈاکٹر عمر فروخ لکھتے ہیں کہ:

''جاہلیت کی جنگیں اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں کسی مخصوص زمانے کے ساتھ متعین نہیں کیا جا سکتا،اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ؛عرب جاہلیت کی اقتصادی زندگی درحقیقت جنگوں کے گرد گھومتی ہے اور یہ جنگیں پے در پے اور مسلسل تھیں''۔۲۱

زمانہ جاہلیت کی ان خونریز، وحشیانہ انسان دشمن جنگوں میں حربِ ''بسوس''اور''عبس وذبیان'' کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، یہ جنگ چالیس برس تک جاری رہی،ایک عرب سردار اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''دونوں قبیلے مٹ گئے، ماؤں نے اپنی اولادیں کھودیں، بچے یتیم ہو گئے،آنسو خشک نہیں ہوتے اور لاشیں دفن نہیں کی جاتیں''۔۲۲

اور پھر ان جنگوں میں صرف قتل وقتال ہی نہیں، بلکہ لاشوں کا بھی مثلہ کیا جاتا،معروف محقق محمد شکری آلوسی لکھتے ہیں کہ:

عرب شاعر''امرأالقیس'' نے اپنے والد''حجر'' کے انتقام کے جذبے کے تحت قاتلوں کے ناک،کان کاٹ ڈالے،آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروادیں''۔۲۳

قدیم عرب کے فتنہ وفساد،قتل وغارتگیری، بدامنی و بدسلوکی اور جہالت وگمراہی کے سدِّ باب کے لیے اللہ

جل شانہ نے بالآخر آپ ﷺ کو سارے انسانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا، عرب محقق جرجی زیدان کے مطابق:

عہد جاہلیت کی خونریز، وحشیانہ اور طویل ترین جنگ چوتھی صدی عیسوی سے شروع ہوئی، اور رسالت مآب ﷺ کی بعثت تک جاری رہی''۔۲۴

پھر آپ ﷺ کی رحمت کی بدولت عرب میں، بلکہ پوری دنیا میں امن وامان کا آغاز ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ ﷺ کو جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔۲۵

اسلام کا پیغامِ امن

اسلام سے قبل دنیا اندھیری تھی، ہر طرف ظلم و جبر کا دور دورہ تھا، پوری دنیا بدامنی و بے چینی سے لبریز تھی، پسماندہ علاقے ہوں یا ترقی یافتہ اور مہذب دنیا، روم وفرہنگ ہو یا ایران و ہندوستان، عجم کا لالہ زار ہو یا عرب کے صحرا کا وریگزار، سب بدامنی کی آگ کی لپیٹ میں تھے، بہت سے مذہبی پیشواؤں اور نظامِ اخلاق کے علمبرداروں نے اپنے اپنے طور پر امن ومحبت کے گیت گائے، اور اپنے اخلاقی مواعظ سے اس آگ کو سرد کرنے کی کوشش کی، جس کے خوشگوار نتائج بھی سامنے آئے مگر اس عالمی آتش فشاں کو پوری طرح ٹھنڈا نہیں کیا جاسکا، اسلام نے پہلی بار دنیا کو امن و محبت کا باقاعدہ درس دیا اور اس کے سامنے ایک پائیدار ضابطہ اخلاق پیش کیا، جس کا نام ہی اسلام رکھا گیا، یعنی دائمی امن وسکون اور لازوال سلامتی کا مذہب، یہ امتیاز دنیا کے کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں، اسلام نے مضبوط بنیادوں پر امن وسکون کے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور پوری علمی واخلاقی قوت اور فکری بلندی کے ساتھ اسے وسعت دینے کی کوشش کی، نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا میں امن وامان کا رجحان پیدا ہوگیا، اور ہر طبقہ اپنے اپنے طور پر سکون وراحت کی تلاش میں مگن ہوگیا، اور یقیناً یہ سب کچھ بڑی حد تک اسلام کی دَین ہے، اسلام کی تمام تعلیمات شفقت ومحبت اور حکمت ومصلحت پر مبنی ہیں، اسلام نے نہ صرف اپنوں سے محبت سکھائی ہے، بلکہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا سبق دیا ہے؛ کیونکہ دراصل یہ دین ہے ہی ''دین محبت''، جس میں قدم قدم پر خدا سے محبت، رسول سے محبت، مسلمانوں سے محبت، پوری انسانیت سے محبت، یہاں تک کہ خدا کی تمام مخلوقات سے محبت کی تعلیم دی گئی ہے، ایمان کے بعد اس دین میں جو چیز سب سے زیادہ محبوب ومطلوب ہے وہ ''عدل'' ہے، اور کفر کے بعد جو چیز سب سے زیادہ مذموم اور ناپسندیدہ ہے وہ ''ظلم'' ہے، اسی لیے بڑی حد تک مسلمانوں نے اپنی قوت وشوکت کے عہد میں اس کا عملی ثبوت دیا ہے

اور ''ظلم وجور'' سے اپنا دامن بچایا ہے، بلکہ بعض دفعہ سیاسی کشمکش میں ایسا تو ہوا ہے کہ خود مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے گروہ پر زیادتی کی ہے،لیکن اس کی مثال شاذ ونادر ہی ملے گی کہ انہوں نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ بدسلوکی کو روا رکھا ہو؛اس لیے ایک زمانہ تک بہت سی غیر مسلم اقلیتیں مسلمان حکومتوں کے زیر سایہ زندگی گزارتی رہی ہیں اور انہوں نے اس خطہ کو امن وآشتی اور عدل وانصاف کے اعتبار سے اپنے ہم مذہب حکمرانوں سے بھی زیادہ مامون ومحفوظ جگہ تصور کیا۔

عالمی پیغامِ امن میں قرآن کے راہنما اصول

جس معاشرہ کا شیرازہ امن بکھرتا ہے،اس کی پہلی زَد انسانی جان پر پڑتی ہے،قرآن کریم نے انسانی جان کو وہ عظمت واحترام بخشا کہ ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا،فرمان باری تعالی ہے:

ترجمہ:اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم جاری کیا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے،جب کہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لیے ہو اور نہ کسی کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو تو یوایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔۲٦

مطلب یہ ہے کہ:ایک شخص کے خلاف قتل کا یہ جرم پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے؛ کیونکہ کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے،ایسی صورت میں اگر اس کے مفاد یا سرشت کا تقاضا ہوگا تو وہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا اور اس طرح پوری انسانیت اس کی مجرمانہ ذہنیت کی زد میں رہے گی۔نیز!جب اس ذہنیت کا چلن عام ہو جائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہو جاتے ہیں، لہذا قتل ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو،تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ قتل ناحق کو قرآن کریم نے حرام قرار دیا:

ترجمہ:اور جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اسے کسی برحق وجہ کے بغیر قتل نہ کرو''۔۲۷

مطلب یہ ہے کہ:جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے،اس کے قتل سے اجتناب کرنا چاہیے،البتہ محصن زانی،قاتل کو قصاصا قتل کرنا اور مرتد کو قتل کرنے کی صورت اس سے مستثنی ہے،اور بے وجہ قتل کرنا جیسے مسلمان کا حرام

ہے، اسی طرح اس غیر مسلم کا قتل بھی ایسا ہی حرام ہے جو کسی اسلامی ملک میں اسلامی قوانین کا پابند ہو کر رہتا ہو یا جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوا ہو۔

دنیا میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے لیے دنیا میں قرآن کریم نے دوٹوک سزا مقرر کی، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں، یا انہیں زمین سے دور کر دیا جائے، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے زبردست عذاب ہے''۔۲۸

اس آیت کے ذیل میں مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:

مفسرین اور فقہاء کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے مراد وہ ڈاکو ہیں جو اسلحہ کے زور پر لوگوں کو لوٹتے ہیں، ان کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے قوانین کی بے حرمتی کرتے ہیں اور ان کا لوگوں سے لڑنا گویا اللہ اور اس کے رسول سے لڑنا ہے۔۲۹

یوں تو دہشت گردی کی مختلف تعریفیں کی گئیں ہیں، لیکن! اسلامی نقطہ نظر سے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ: ہر وہ عمل جو ظلم پر مبنی اور مجرمانہ نوعیت کا ہو، جس کے نتیجہ میں فساد اور بدامنی پیدا ہوتی ہو وہ ''دہشت گردی'' ہے، خواہ یہ عمل افراد کی جانب سے ہو یا جماعت یا حکومت کی جانب سے، اس طرح کے عمل کو قرآن نے 'فتنہ'، ''فساد'' اور ''محاربۃ اللہ'' سے تعبیر کیا ہے، قرآن نے مشرکین عرب کے اس طرح کے دہشت گردانہ عمل کو فتنہ کہا اور دنیا والوں پر واضح کر دیا کہ: ''الفتنۃ اکبر من القتل''، کہ ''فتنہ'' قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

اس آفاقی تصور کی بنا پر قرآن کریم مسلمانوں کو امن کا سب سے زیادہ علمبردار قرار دیتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون بے خوف رہنے کا زیادہ مستحق ہے؟ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا، امن اور چین تو بس انہیں کا حق ہے اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں''۔۳۰

لفظ ''فریقین'' سے مراد: مشرکین اور موحدین ہیں، جیسا کہ معارف القرآن میں لکھا ہے۔[۳۱]

قرآن کریم نے قتل وغارتگیری اور خونریزی کے علاوہ فتنہ انگیزی، دہشت گردی اور جھوٹی افواہوں کی گرم بازاری کو بھی سخت ناپسند قرار دیا ہے، وہ اسے جارحانہ اور وحشیانہ عمل قرار دیتا ہے:

ترجمہ: زمین میں اصلاح (امن) کے بعد فساد برپا مت کرو'۔[۳۲]

''اللہ تعالی فسادیوں کو پسند نہیں فرماتے''۔[۳۳]

مطلب یہ ہے کہ جس طرح شریعت قرآن نے زمین پر باطنی فساد (شرک، بدعات وخرافات اور نواہی) کے دروازے بند کیے ہیں اسی طرح ظاہری فساد کو بھی منع فرمایا، چوری، ڈاکہ، قتل اور انتہا پسندی کے تمام طریقے دنیا میں ظاہری اور باطنی ہر طرح کا فساد زمین میں پیدا کرتے ہیں؛ اس لیے ان چیزوں پر خصوصیت سے پابندیاں اور سخت سزائیں مقرر فرمائیں۔

امن ایک بہت بڑی نعمت ہے، قرآن نے اسے عطیہ الٰہی کے طور پر ذکر فرمایا:

ترجمہ: اہل قریش کو اس گھر کے رب کی عبادت کرنی چاہیے، جس رب نے انہیں بھوک سے بچایا، کھانا کھلایا اور خوف وہراس سے امن دیا''۔[۳۴]

آپ ﷺ کی بعثت سے قبل عرب میں قتل وغارتگیری کا بازار گرم تھا، جیسا کہ آپ نے پچھلی سطور میں ملاحظہ فرمایا، جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی شخص آزادی اور امن کے ساتھ سفر نہیں کرسکتا تھا، اس وقت قبیلہ قریش کے لوگ امن وامان سے سردی اور گرمی دونوں موسموں میں تجارتی سفر کیا کرتے تھے؛ اس لیے کہ قریش کا قبیلہ بیت اللہ کی خدمت کی وجہ سے پورے عرب میں معزز تھا، ان آیات میں اللہ تعالی ''امن'' کی اسی نعمت کو یاد دلا رہے ہیں کہ: قریش کو عرب میں جو عزت اور امن وسکون حاصل ہے، یہ سب کچھ بیت اللہ کی برکت سے ہے، لہذا انہیں چاہیے کہ امن وامان کی اس نعمت کے بدلے اس گھر کے مالک (اللہ جل شانہ) کی عبادت کرنی چاہیے۔

قرآن کریم میں امن کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی جائے ولادت کو (حرم مکہ) کو گہوارہ امن قرار دیا، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے''۔[۳۵]

پیغام امن میں احادیث مبارکہ کے رہنما اصول

احادیث مبارکہ میں بھی زمین میں امن وامان برقرار رکھنے کے سلسلے میں متعدد ہدایات موجود ہیں،، مثلا: رسول اللہ ﷺ نے صاحب ایمان کی یہ علامت قرار دی ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو بلا وجہ تکلیف نہ پہنچے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: مسلمان وہ ہیں کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں'' ۔۳۶

یہ حدیث مذہب کا فرق کیے بغیر ہر انسان کو شامل ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب اور دین سے ہو؛ اس لیے کہ اللہ تعالی نے انسان کو معزز بنایا ہے اس کی تکریم کی ہے اور اس کے دین، جان، مال اور عزت وآبرو میں اس کے حقوق کی حفاظت کی ہے، یقیناً! مذہب اسلام نے انسان کے تمام حقوق کی حفاظت کی ہے، خواہ اس کا دین یا مذہب کچھ بھی ہو، اسی طرح اسلام نے کسی انسان پر ہر قسم کے ظلم وزیادتی کو حرام قرار دیا ہے، کیونکہ ظلم خود اپنی ذات میں ایک جنایت یا جرم ہے ، جسے کوئی دین یا کوئی آسمانی مذہب صحیح نہیں سمجھتا، یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ''ظلم'' سے بچنے کی تاکید فرمائی:

ترجمہ: ظلم سے بچو، بے شک ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔۳۷

لغت میں ظلم کا معنی ''تاریک'' ہے، جس کی تاریکی بظاہر دنیوی آنکھوں سے پوشیدہ ہے، البتہ قیامت کے دن وہ اپنی اصلی ہیئت میں ظاہر ہوگا اور اس وقت وہ ظالم کے جنت جانے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے گا؛ اس لیے ہر انسان کو مالی وجانی ظلم سے دریغ کرنا چاہیے۔

مندرجہ بالا دونوں احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ: اسلام ایک عادلانہ، منصفانہ دین ہے، یہ دین اخوت و بھائی چارگی، اتحاد واتفاق کا سبق دیتا ہے۔ صاحب حق کو اس کا حق دلاتا ہے، یہ دین ظلم و زیادتی اور باہمی اختلافات کو ناپسند کرتا ہے تا کہ دنیا میں امن وامان چین وسکون کا ماحول اور کسی قسم کا فتنہ وفساد اور بگاڑ نہ ہو۔

ہتھیار اٹھانے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا، وہ ہم میں سے نہیں۔۳۸

مذکورہ حدیث میں بلا وجہ ہتھیار اٹھانے والے کو اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت سے خارج قرار دیا ہے ؛ کیونکہ کسی بے گناہ پر ہتھیار تاننے سے بھی انتہا پسندی کے بہت سے مفاسد جنم لیتے ہیں، مثلا: موجودہ دور میں ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کے طریقہ واردات میں سے یہی ہے کہ اسلحہ کے بل بوتے دوسرے کے جان ومال اور عزت وآبرو کو

پامال کیا جاتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے بلاوجہ اسلحہ اٹھانے والے کو اس کڑی وعید کا مستحق ٹھہرایا۔

انتہاپسند رویہ رکھنے والے افراد کے بارے میں فرمایا:

ترجمہ: بڑے گناہوں میں سے یہ ہے کہ: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، انسان کا قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا''۔ ۳۹

کاش! مندرجہ بالا حدیث پر اگر مسلمان عمل پیرا ہوتے تو معاشرہ کس قدر امن وسکون اور خوشحالی کا گہوارا بنتا۔

غیر مسلم کے قتلِ ناحق سے متعلق ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے کسی ذمی کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے''۔ ۴۰

ملاحظہ فرمایئے! مذہب اسلام میں کس قدر کشادگی ہے کہ جس نے صرف مسلمان ہی کی نہیں بلکہ غیر مسلم (ذمی) کی جان، مال اور عزت وآبرو کا خیال رکھا، اور ان کے قاتل کو جنت کی مہک سے بھی محروم ہونے کی وعید سنائی، یقیناً! دنیا میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو امن کا داعی ہے اور پیغام امن میں اپنوں اور غیروں دونوں کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے۔

مومن کے قتلِ ناحق سے متعلق ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اللہ کے نزدیک دنیا کا خاتمہ زیادہ ہلکا ہے، کسی مومن کے قتل سے''۔ ۴۱

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ: جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا، اور ہمارا ذبیحہ کھایا، تو وہ وہی مسلمان ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے، تو اللہ کے ذمہ میں خیانت مت کرو''۔ ۴۲

ایک موقع پر قتلِ ناحق کی مذمت ان الفاظ میں بیان کی:

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جو سب سے پہلا فیصلہ کیا جائے گا، وہ خون کرنے کے بارے میں ہوگا''۔ ۴۳

مندرجہ بالا احادیث میں مذہب اسلام کا یہ اسلوب نہایت لطیف طریقہ پر ذہنی انقلاب پیدا کرنے والا ہے

کہ: جس نے دنیا کی تعزیرات کی کتابوں کی طرح صرف جرم وسزا کے بیان پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ہر جرم وسزا کے ساتھ خوف خدا کو پیش کر کے انسان کا رخ ایک ایسے عالم کی طرف موڑ دیا ہے، جس کا تصور اسے ہر جرم سے پاک کر دیتا ہے۔

اسلام کی اعتدال پسندی اور نرم گوشی

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ تعالی نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔[۴۴]

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، جو حقوق اللہ سے لے کر حقوق العباد تک ہر کام میں خواہ وہ عبادت کے طور پر ہو یا ریاضت کے طور پر اعتدال پسندی کا درس دیتا ہے اور نرم گوشی (جو کہ اسلام کا شیوہ ہے) کی پورے معاشرے کو تلقین کرتا ہے، قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی لاتعداد آیات و احادیث میں عفو و درگزر کا جا بجا ثبوت ملتا ہے، اسی طرح معاملات میں بھی سختی کے بجائے نرمی کا حکم ملتا ہے۔

اعتدال پسندی کا ایک نمونہ صلح حدیبیہ ہے، قرآن کریم اس صلح کو فتح مبین سے یاد کرتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: (اے پیغمبر!) یقین جانو، ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کر دی ہے''۔[۴۵]

یقیناً! صلح حدیبیہ رسول ﷺ کی دینی وسیاسی بصیرت اور اعتدال پسندی کا نمونہ ہے، صلح حدیبیہ مشرکین مکہ کی ایک ایسی قوم سے تھی، جو بیس برس کے عرصہ سے مسلمانوں پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑ رہی تھی، اس کے باوجود ''معاہدہ حدیبیہ'' پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوگا کہ نبی ﷺ نے باہمی رواداری کو فروغ دے کر جنگ سے گریز کیا، بظاہر صلح حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کے خلاف تھی، مگر نبی کریم ﷺ نے ان شرائط کو قبول کر لیا اور تاریخ شاہد ہے کہ: ان کڑی شرائط کو قبول کرنے کے صلہ میں ہی مسلمانوں کو ''فتح مبین'' کی نوید سنائی گئی ۔

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے علی الاعلان کہا کہ مذہب کے معاملے میں کوئی جبر و زبردستی نہیں، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں''۔[۴۶]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے''۔[۴۷]

ان دونوں آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام تلوار سے نہیں، بلکہ اپنی آفاقیت اور وسعت ظرفی کے بل بوتے پوری دنیا میں پھیل گیا، لہذا ان آیات سے مغربی مستشرقین کے اعتراض کا بھی خاتمہ ہوتا ہے، کہ ان کے بقول: اسلام اخلاق سے نہیں، بلکہ تلوار سے پھیلا ہے۔

صبر و برداشت، تحمل و رواداری اسلام کا طرہ امتیاز ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی، جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا، اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے''۔[۴۸]

مندرجہ بالا آیت یہ تعلیم دیتی ہے کہ: ہر انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سختی سے کام نہ لے، اگر کسی سے اس کے متعلق ایذاء کی کوئی چیز صادر ہو جائے تو انتقام کے درپے نہ ہو، بلکہ عفو و درگزر کا معاملہ کرے اور لوگوں کی خطاؤں کی وجہ سے ان کی خیر خواہی نہ چھوڑے، نیز! ظاہری معاملات میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، جب ہر شخص ان صفات سے متصف ہو گیا تو ''عالمی پیغام امن'' کا جوہر خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

اللہ تعالی ہمیں ان قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر مبارک علی، یورپ کا عروج، ص/ ۴۷، فکشن ہاؤس لاہور

۲۔ سید ابو الحسن علی ندوی، دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص/ ۴۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۶۶ء

۳۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج/ ۴، ص/ ۱۲۲، مکتبہ مدینہ لاہور

۴۔ اسٹینلے لین پول، سلطان صلاح الدین ایوبی، مترجم: مولوی عنایت اللہ، ص/ ۲۱

۵۔ مقالات سیرت، ص/ ۳۲۸، سید عطاء اللہ، سن اشاعت: ۲۰۰۳ء

۶۔ ڈاکٹر حبیب اللہ، خطبات بہاولپور، ص/ ۳۲۵، تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

۷۔ سید ابو الحسن علی ندوی، دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، محولہ سابقہ ص/ ۴۷، مجلس نشریات اسلام،

کراچی، ۱۹۶۶ء
۸۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر: ۶۱
۹۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۲۱
۱۰۔ عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۲۱، ج/۲، ص/۴۰، ادارۃ المعارف، کراچی، مئی ۱۹۸۴
۱۱۔ سورۃ المائدہ، آیت نمبر: ۱۸
۱۲۔ عثمانی، مفتی محمد شفیع عثمانی، معارف القرآن، سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۲۱ محولہ سابقہ، ج/۲، ص/۴۰، ادارۃ المعارف، کراچی، مئی ۱۹۸۴ء
۱۳۔ سورۃ البقرۃ، آیت نمبر: ۸۰
۱۴۔ منوشاستر، باب/ ۸، ۹، منتر: ۳۱۷، ۳۶۴، ۴۱۴، ۴۱۷
۱۵۔ چوہدری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص/ ۴۰۵، علمی کتب خانہ لاہور، ۱۹۸۰ء
۱۶۔ منشی عبدالرحمٰن، تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص/۲۴، ادارہ اسلامیات لاہور
۱۷۔ یجروید، منتر: ۱۵، ۱۶، ۱۹
۱۸۔ منوشاستر، باب اول، منتر: ۳۱
۱۹۔ سورۃ ص، آیت نمبر: ۷۶
۲۰۔ نجم الدین، رسوم جاہلیت، ص/۴۴، مکتبہ رشیدیہ لاہور
۲۱۔ عمر فروخ، تاریخ الجاہلیہ، ص/ ۸۹، دارالعلم بیروت
۲۲۔ سید ابوالحسن علی ندوی، دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر محولہ سابقہ، ص/۴۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۶۶ء
۲۳۔ محمد شکری آلوسی، بلوغ الادب فی احوال العرب، ج/۳، ص/۴۹۱، مترجم: پیر محمد حسن، مزی اردو بورڈ لاہور، ۱۹۶۷ء
۲۴۔ جرجی زیدان، تاریخ الادب العرب قبل الاسلام، ص/۳۵۳، قاہرہ، ۱۹۵۷ء

۲۵۔ سورۃ الانبیاء، آیت نمبر: ۱۰۷
۲۶۔ سورۃ المائدہ، آیت نمبر: ۳۲
۲۷۔ سورۃ الانعام، آیت نمبر: ۱۵۱
۲۸۔ سورۃ المائدۃ، آیت نمبر: ۳۳
۲۹۔ عثمانی، مفتی تقی عثمانی، آسان ترجمہ، ص/ ۲۴۸، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، مئی ۲۰۱۱ء
۳۰۔ سورۃ الانعام، آیت نمبر: ۸۱، ۸۲
۳۱۔ معارف القرآن، سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۲۱، ج/۳، ص/ ۳۷۸، ادارۃ المعارف، کراچی، مئی ۱۹۸۴ء
۳۲۔ الاعراف، آیت نمبر: ۵۶
۳۳۔ سورۃ القصص، آیت نمبر: ۷۷
۳۴۔ سورۃ قریش، آیت نمبر: ۴، ۵
۳۵۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر: ۹۷
۳۶۔ مولانا عبدالرزاق، شرح صحیح بخاری، ج/۱، ص/ ۳۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور
۳۷۔ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج/ ۷، ص/ ۱۵۶، مکتبہ فریدی بک اسٹال لاہور
۳۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج/ ۸، ص/۲۳۳، مکتبہ حقانیہ، پشاور
۳۹۔ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، محولہ سابقہ ج/ ۱، ص/۵۴۴، مکتبہ فریدی بک اسٹال لاہور
۴۰۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، محولہ سابقہ، ج/۴، ص/۴۴، مکتبہ حقانیہ، پشاور
۴۱۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، شرح سنن ابن ماجہ، ج/ ۱، ص/ ۴۱۶، دارالمعرفہ بیروت، ۱۹۹۸ء
۴۲۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الایمان، ج/ ۱، ص/۱۲، قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، محولہ سابقہ ج/ ۸، ص/ ۵، مکتبہ حقانیہ، پشاور
۴۴۔ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، محولہ سابقہ، ج/ ۷، ص/ ۱۵۶، مکتبہ فریدی بک اسٹال لاہور
۴۵۔ سورۃ الفتح، آیت نمبر: ۱
۴۶۔ سورۃ الکہف، آیت نمبر: ۲۹

۴۷۔ سورۃ آل عمران، آیت نمبر:۱۳۴
۴۸۔ شمائل الترمذی، باب ماجاء فی خلقہ، ص/۲۱، ادارہ احیاء التراث العربی، بیروت

ڈاکٹر قاری بدرالدین بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، جامعہ اردو عبدالحق کیمپس، کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔